بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حجاب فاطمہ نے یہ ناول (محبت کی انتہا کر تا ہوں) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔ اس ناول (محبت کی انتہا کر تا ہوں) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

****

وہ اپنے ہی خیالوں میں گم کوریڈور سے گزر رہی تھی جب کسی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اندر کمرے میں کھینچ لیا۔

"آپ؟" اس نے حیرت سے سامنے والے کو دیکھا جو آنکھوں میں شوخی سجائے بولا۔۔۔

"کیوں کسی اور کو ہونا چاہیئے تھا؟"

"ہاتھ چھوڑیں میرا۔ کسی نے دیکھ لیا تو کیا کہے گا"۔ وہ بند کمرے میں بھی ادھر ادھر دیکھتے ہوئی بولی تو وہ ہنس دیا۔

"یہی کہے گا کہ ہم دونوں رومینس کر رہے ہیں اور کیا کہے گا؟" وہ شوخ ہوتا ہوا اسکے قریب ہوا تو وہ جلدی سے بولی۔۔۔

"ہاتھ چھوڑیں اور پیچھے ہٹیں"۔

"یہ ہاتھ نہ تو میں نے چھوڑنے کے لئے پکڑا ہے اور نہ ہی پیچھے ہٹنے کے لئے پچھلے پندرہ منٹ سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں"۔ آخر میں وہ مصنوعی خفگی سے بولا تو وہ بے بسی سے بول اٹھی۔۔۔ "پلیز مجھے جانے دیں"۔ وہ جانتی تھی کہ اگر ممانی یا ریحان میں سے کسی نے اسے ایسے دیکھ لیا تو گھر میں ایک تماشہ لگ جائے گا۔

"پہلے جی بھر کر دیکھنے تو دو یار"۔

"زوہیب پلیز"۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی زوہیب نے آگے بڑھ کر اسکے ہونٹوں پر اپنا لمس چھوڑ دیا۔

"ہیپی ویلنٹائن ڈے"۔اسکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اس نے سماویہ کے ہاتھ میں ایک گولڈ کا بریسلیٹ پہنا دیا۔وہ سرخ چہرہ لئے دم بخود کھڑی تھی۔

"کیسا ہے؟"بریسلٹ اور ہاتھ کو چومتے ہوئے وہ بولا تو وہ جو شرم سے سرخ ہوئی پڑی تھی مزید سرخ ہو گئی۔

"اگر پھپھو تمہیں ایسے بلش کرتے ہوئے دیکھ لیں تو پتا نہیں کیا سمجھیں"۔وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولا۔

"بہت برے ہیں آپ"۔خوشی سے نم ہوتی آنکھوں سے کہتی وہ اسے دھکا دے کر باہر نکل گئی۔اسکی حیا سے جھکی لرزتی پلکوں نے پیچھے کھڑے انسان کا دل موہ لیا تھا۔

وہ سو رہی تھی جب اسے کسی کا لمس اپنی گردن پر محسوس ہوا۔وہ کسمسا کر اٹھی تو دو کالی آنکھیں اسے نیند سے اٹھتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔

"آپ"۔اسے حیرت ہوئی تھی۔حیرت کے مارے اسکی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔سامنے بیٹھا شخص اسکی حالت پر ہنس رہا تھا۔

"تمہیں چھونے کا حق میرے علاوہ اور کسے ہے؟"وہ اس پر جھکا اب وہ اسکے ماتھے کو چھو رہا تھا۔وہ شرم سے سمٹ گئی۔

"پیچھیں ہٹیں"۔اسکا رخ اپنے گالوں کی طرف دیکھ کر وہ پیچھے کو ہٹی۔

"پیچھے ہٹنے کے لئے اتنی آگے تھوڑی آیا ہوں"۔وہ اسکے گال کو انگلیوں سے چھوتے ہوئے بولا تھا۔

"پلیز ہٹیں نا"۔وہ تھوڑا کھسک کر دور ہو گئی۔

"کیا ہوا ہے؟"زوہیب اسکے چہرے پر سنجیدگی دیکھ کر پوچھنے لگا۔

"کیوں کر رہے ہیں یہ سب؟"وہ بلا کی سنجیدگی چہرے پر سجائے پوچھ رہی تھی۔

"اپنی اکلوتی بیوی کو پیار کرنے کا حق ہے مجھے"۔وہ ابھی بھی شرارت بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔

"حق،اور فرض کے بارے میں کیا خیال ہے؟"وہ ابھی بھی سنجیدہ تھی۔

"میری جان پہلے میرے غریب خانے میں تو آو پھر ہی تمہارے فرائض ادا کروں گا نا"۔وہ شرارت سے اسکے ہاتھ میں موجود انگوٹھی کو چھیڑتے ہوئے بولا۔

"پلیز زوہیب۔میں سیریس ہوں"۔وہ خفگی سے بولی تو وہ سیریس ہو گیا۔

"بتاو کیا ہوا ہے؟"وہ اسکے بالکل سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"آپ کیوں ایسے یہاں آجاتے ہیں؟کسی نے دیکھ لیا تو؟جانتے ہیں نا میرے لئے کتنے مسئلے کھڑے ہو جائیں گے"۔اسکے لہجے میں ابھی بھی خفگی تھی۔

"جانتا ہوں یار پر کیا کروں تمہیں دیکھے بغیر مجھے سکون ہی نہیں ملتا۔اسلئے آخری بار ایسے ملنے آیا ہوں"۔زوہیب سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔

"آخری بار کیوں؟"وہ تفکر سے بولی تو زوہیب ہنس دیا۔

"کیونکہ اب تم میرے گھر آو گی۔ ایسے چھپ چھپ کر ہم کب تک ملتے رہیں گے ؟"

"ممانی نہیں مانیں گی"۔ سماویہ نے سر جھکا کر خدشہ ظاہر کیا۔

"ممانی کا تو باپ بھی مانے گا"۔ اس سے آگے وہ کچھ کہتا ٹوک دیا گیا۔

"بری بات زوہیب"۔

"تو اچھی بات کر لو نا زوہیب کی جان"۔ اسے پٹری سے اترتا دیکھ کر وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔

"اگر ممانی نہ مانیں تو؟" کسی خوف کے تحت اس نے پوچھا۔

"وہ تو نکاح پر بھی نہیں مانی تھیں پر ہو گیا نا نکاح۔ اب رخصتی تو دینی پڑے گی۔ نہیں تو میں بھگا کر لے جاوں گا تمہیں"۔ اسکی آخری بات پر سماویہ مسکرا دی۔

"زوہیب آپ کبھی مجھ سے ناراض تو نہیں ہونگے نا؟" زوہیب کو اسکے لہجے کی نمی محسوس کرنے میں ایک پل لگا تھا۔ ماحول کو ہلکا پھلکا رکھنے کے لئے اس نے کہا

"اول تو نہیں ہوں گا۔ اور کبھی ہو بھی جاوں تو تم منا لینا۔ تمہیں منانا تو آتا ہے نا؟"

"بچپن سے سب کو منانے کی ہی کوششیں کر رہی ہوں وہ سب تو منانے نہیں آپ کیسے منائیں گے ؟" وہ بولی تو نہ چاہتے ہوئے بھی لہجہ تلخ ہو گیا

"وہ اس لئے نہیں مانے کیونکہ وہ ماننا نہیں چاہتے۔ تم مجھے مناو گی تو میں مان جاوں گا کیونکہ میں تم سے ناراض رہنا نہیں چاہتا"۔ زوہیب نے اسکی ناک کھینچتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"اور آنٹی"۔ ممانی کے بعد اسے سب سے زیادہ ڈر انہی کا تو تھا۔

"وہ بس تھوڑا غصے والی ہیں۔ڈانٹ بھی اچھا خاصا دیتی ہیں۔ کبھی کبھی تمہیں ماریں گی تو میرے لئے برداشت کر لینا۔ہاں باتیں بہت سناتی ہیں وہ۔یہ سب تمہیں برداشت کرنا پڑے گا"۔زوہیب کی باتوں پر وہ ہمیشہ کی طرح ڈر گئی تھی۔ آج بھی اس نے زوہیب کے چہرے پر چھپی شرارت نہیں دیکھی تھی۔وہ بچپن سے اسکی امی کے بارے میں یہی سب تو سنتی آئی تھی کہ فرحانہ بھابھی بہت نک چڑی اور بدمزاج خاتون ہیں۔جب رفعت بیگم کے مطابق وہ نک چڑی تھیں تو وہ اصل میں کیا ہوں گی۔یہ سوچ سوچ کر اسکا دل بیٹھ جاتا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"اسے سوچ میں گم دیکھ کر زوہیب نے اسکی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں۔کچھ لیں گے؟"وہ بات ٹالتے ہوئے بولی تو زوہیب اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"ابھی نہیں۔جب گھر آو گی تو ساری وصولی میں خود ہی کر لوں گا"۔اسکی بات پر وہ بلش کرنے لگی تو زوہیب نے جی بھر کر اسکا چہرہ دیکھا۔

"مجھے اب چلنا چاہیئے۔ورنہ تمہارا یہ بلش کرنا مجھے جانے لائق نہیں چھوڑے گا"۔اسکے گال چھوتا وہ جلدی سے کھڑکی کے راستے واپس چلا گیا۔وہ اسکے لمس کو محسوس کرتی بستر پر گر گئی۔ اتنی سختیوں والی زندگی میں ایک اسکا محبت بھرا لمس ہی تو تھا جو اسے جینے کی امید دیتا تھا۔

آنکھوں کے سامنے ماضی گھوم گیا۔

شدت غم میں بھی زندہ ہوں تو حیرت کیسی؟

کچھ دیے تند ہواوں سے بھی لڑ جاتے ہیں

سماویہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اسکے ماں باپ کی لو میرج تھی جس کے باعث اسکی ماں حلیمہ سے انکے گھر والے ناراض تھے۔ افروز کے آگے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ اس باعث ان کے گھر والے اس شادی کے خلاف تھے مگر ان کے والد کی وجہ سے شادی ہو گئی۔ دو سال بعد انکے ہاں سماویہ پیدا ہوئی تھی۔ سب کچھ صحیح جا رہا تھا کہ ایک ایکسیڈنٹ میں وہ دونوں سماویہ کو بے رحم دنیا کے حوالے چھوڑ کر چلے گئے۔ سماویہ تب چار سال کی تھی۔

ابا اپنی بیٹی کی نشانی کو گھر لے آئے۔ رفعت ممانی کو یہ بات بالکل بھی پسند نہ آئی۔ انکے اپنے دو بچے تھے۔ بیٹی عرفہ اور بیٹا ریحان۔ دونوں ہی سماویہ سے بالترتیب تین اور پانچ سال بڑے تھے۔ ریحان بالکل اپنی ماں کا پر تھا۔ اسے ننھی سماویہ کو تنگ کرنے میں بہت مزہ آتا تھا جبکہ عرفہ اپنے ابا کی طرح سماویہ سے بہت پیار کرتی تھی۔ وہ تینوں واجد صاحب کو ابا ہی کہتے تھے۔ جبکہ سماویہ کے ماموں شاہد کبھی اس پر ڈھیروں پیار لٹاتے تو کبھی ایسے ہو جاتے جیسے جانتے نہ ہو۔ یہ سب ممانی کا اثر تھا۔ ان کے سامنے وہ اس سے روڈلی پیش آتے تھے جبکہ ان کے پیچھے وہ اس سے بہت محبت سے پیش آیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سماویہ ابا کے سب سے زیادہ قریب تھی۔ وہ ماموں ممانی کے رویے سے خائف تھی مگر بن ماں باپ کی بچی کسی سے کچھ کہہ نہیں سکتی تھی۔ بس ہر وقت اسی کوشش میں رہتی کہ ممانی اس سے خوش رہیں جو کبھی ہونا نہیں تھا۔

ابا کی وجہ سے اس نے سائیکالوجی میں ایم ایس سی تو کر لیا تھا مگر اب اسے نہ آگے پڑھنے کی اجازت تھی نہ ہی جاب کرنے کی۔ گھر کے کام ختم ہوتے تو وہ کچھ کرتی۔ پڑھائی ختم ہوئی تو ابا کو اس کی شادی کی فکر ستانے لگی۔ گھر کا حال تو وہ جانتے تھے۔ سو اپنی زندگی میں ہی اسکی شادی کرنا چاہتے تھے۔

سماویہ کی بڑھتی عمر اور خوبصورتی دیکھ کر ریحان کی بدلتی نظریں رفعت بھی دیکھ چکی تھیں سو وہ بھی اسکے لئے رشتہ ڈھونڈنے لگیں۔ انکی بھابھی نے بھی سماویہ کے رشتے کی بات کی تھی مگر وہ کیسے چاہ سکتی تھیں کہ فرحانہ کو کوئی سکھ مل جائے سو انہوں نے ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دی۔ ایک رشتہ انکی سمجھ میں آیا تو ابا کی رضامندی سے سیدھے نکاح کی بات کر ڈالی۔ وہ جلد سے جلد اسے ریحان کی نظروں سے غائب کر دینا چاہتی تھیں۔ سماویہ ابا کی رضا میں راضی تھی۔

نکاح کے دن وہ پارلر سے تیار ہوئی تھی۔ ابا اور ماموں کی آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں۔ سب بہت خوش تھے سوائے ریحان اور زوہیب کے۔ زوہیب کی ہی فرمائش پر اسکی ماں نے اسکا رشتہ مانگا تھا۔ سیدھی سادی سی نیک سیرت اور خوش اخلاق سماویہ شروع سے ہی زوہیب کو بہت اچھی لگتی تھی۔ یہ اچھا لگنا کب محبت میں بدل گیا اسے پتا ہی نہیں چلا۔ اب جب وہ کسی اور کی ہونے جا رہی تھی تو اسکا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ ریحان اس سے محبت تو نہیں کرتا

تھا مگر اسکی خوبصورتی کی وجہ سے اسکی طرف مائل تھا۔ وہ ان دونوں کے جزبوں سے انجان دولہن بنی کمرے میں بیٹھی تھی۔

وقت ہو چکا تھا مگر دولہے والے تھے کہ آنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ ابا کا تو دل ہی بیٹھا جا رہا تھا۔ ماموں بار بار ان لوگوں کو فون کر رہے تھے مگر کوئی فون ہی نہیں اٹھا رہا تھا۔ ممانی تو جگ ہنسائی کے غم میں ہی مبتلا تھیں۔ نہ جانے کتنی ہی باتیں وہ دولہن بنی سماویہ کو سنا چکی تھیں۔ آخر دولہا کے باپ نے فون کر کے معذرت کر لی کہ انکے بیٹے نے اس نکاح سے انکار کر دیا ہے۔ وہ کسی اور کو پسند کرتا تھا۔ گھر میں ایک کہرام مچ گیا تھا۔ تبھی فرحانہ آگے بڑھیں اور انہوں نے ابا سے زوہیب اور سماویہ کے رشتے کی بات کر لی۔ ابا نے ماموں کی طرف دیکھا تو انہوں نے اشارے سے ہاں کرنے کو کہہ دیا۔ زوہیب انکا دیکھا بھالا لڑکا تھا۔ خوبرو, جوان, بے عیب اسکا اپنا بزنس تھا سو کسی کو اعتراض نہ ہوا سوائے ریحان کے جو خود ماں سے اپنے اور سماویہ کے نکاح کی بات کرنے والا تھا۔ رفعت نے اسکے اعتراض کو وہیں دبا دیا اور اپنی قسم دیکر چپ بھی کروا دیا۔ یوں زوہیب اور سماویہ کا نکاح ہو گیا۔

نکاح کے بعد وہ ابا سے اجازت لیکر سماویہ کے پاس آیا تھا۔

"میں جانتا ہوں ہمارے اس اچانک نکاح پر تم شاکڈ ہو مگر میں بہت خوش ہوں۔ میں نے یہ نکاح تم پر ترس کھا کر یا کسی ہمدردی کے تحت نہیں کیا ہے۔ میں آخری وقت تک اللہ سے تمہیں ہی مانگ رہا تھا۔ میں نہیں جانتا کب سے مگر میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ میں یہ

بھی جانتا ہوں کہ تم نے بہت سفر کیا ہے۔ پھپھو کا تمہارے ساتھ سلوک کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میرے بس میں جتنا ہوا اس سے بڑھ کر میں تمہیں خوش رکھوں گا۔ تمہاری ہر چھوٹی بڑی خواہش کا احترام کروں گا۔ تم میرے لئے اس دنیا کی سب سے عظیم نعمت ہو۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے تمہارا محافظ بنایا گیا ہے"۔ اسکے بازو تھامے وہ اسے اپنے دل کا حال سنا رہا تھا۔ آخر میں وہ سماویہ کے ماتھے پر بوسہ دیکر باہر نکل گیا۔ پیچھے سماویہ بت بنی کھڑی رہ گئی تھی۔

نکاح کے بعد ریحان نے جی بھر کر اسے باتیں سنائی تھیں۔ اسکے کردار پر چوٹ کرتا تھا۔ رفعت خود اسے طعنہ دیا کرتی تھیں کہ اس نے زوہیب کو شیشے میں اتارا ہے۔ وہ عرفہ اور زوہیب کا رشتہ کروانا چاہتی تھیں۔ اب سماویہ کے لئے اتنے بڑے اور اچھے گھر میں رشتہ ہوتے دیکھ وہ تڑپ اٹھی تھیں مگر وہ اس نکاح کو ختم نہیں کروانا چاہتی تھیں۔ وجہ ریحان تھا۔ وہ کسی بھی صورت اسکی ریحان سے شادی نہیں چاہتی تھیں۔ اپنے بیٹے کو وہ اچھے سے جانتی تھیں جو مستقبل میں سماویہ کے لئے انکے سامنے کھڑا ہو سکتا تھا۔ شاہد کو تو وہ قابو کر چکی تھیں ریحان انکے بس سے باہر تھا۔

زوہیب کی بہن کا نکاح تھا۔ وہ اسے فنکشن میں پہننے کے لئے ایک سوٹ دے کر گیا تھا۔ رفعت کو اس نے یہی کہا تھا کہ وہ فرحانہ نے بھیجا ہے مگر اصل میں وہ خود اسکے لئے لایا تھا۔

ریحان کو نکاح کے بعد سے اسکا یوں گھر آنا اور سماویہ پر اسکی بھٹکتی نظریں پڑنا پسند نہیں آرہا تھا۔

وہ زوہیب کا ہم عمر تھا مگر ہر لحاظ سے زوہیب اس سے بہتر تھا۔ اب سماویہ کا اس سے نکاح اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ زوہیب وہاں پہلے ہی کم آیا کرتا تھا۔ اب نکاح کے بعد سے وہ تیسری دفعہ آیا تھا۔ ایک دفعہ لیٹ نائٹ ماموں کو ڈراپ کرنے آیا تھا۔ اتفاق سے اگلے دن ویلنٹائن ڈے تھا۔ وہ کچن سے کام نمٹا کر نکل ہی رہی تھی جب اس نے اسے وش کیا تھا۔ اگلی دفعہ وہ رفعت کے کسی کام سے آیا تھا۔ گھر پر کوئی نہیں تھا۔ رفعت بھی اپنے کمرے میں ہی تھیں۔ سو واپسی پر سماویہ کے روم میں آگیا جہاں وہ سو رہی تھی۔ تیسری دفعہ اب آیا تھا۔ ریحان کو پہلی دو ملاقاتوں کا علم نہیں تھا مگر اب جب وہ واپس گیا تو اس نے گھر سر پر اٹھالیا۔

"یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے ممانی نے۔ ہم کیا اسے کپڑے لیکر نہیں دے سکتے جو یہ بھیج دیئے ہیں۔ اور اسے کیا ضرورت ہے بار بار ہمارے گھر آنے کی"۔ رفعت اس کے اشتعال کو نظر انداز کرتی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ وہ شاپر اٹھا کر جانے لگی تو اس نے شاپر چھینا اور کچن کی طرف بڑھ گیا اسکی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو اسکے پیچھے چلی آئی۔ کچن میں گھستے ہی وہ دروازے سے لگ کر رہ گئی۔ ریحان نے شاپر چولہے پر رکھ دیا تھا۔ انگوری کلر کا سوٹ اب جل رہا تھا۔

"یہ عشق معشوقی اپنی گھر جا کر لڑانا۔ ہمارے گھر کو گندہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے"۔ وہ چلاتا ہوا باہر چلا گیا مگر وہ کتنی ہی دیر اس سوٹ کو جلتے ہوئے دیکھتی رہی۔ اسکے نکاح کے بعد سے ریحان اسے ہمیشہ ایسے ہی طعنے دیا کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ انکا پہلے ہی کوئی چکر تھا جبھی

زوہیب نے اس سے نکاح کیا ہے حالانکہ وہ تو اس سے کبھی کوئی فضول بات بھی نہیں کرتی تھی۔ ابا اور ماموں گھر پر نہیں تھے۔ رفعت نے اسے اس سب کے بارے میں بتانے سے منع کر دیا تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہ اپنے کمرے میں خاموشی سے آنسو بہاتی رہی۔

عروج کے نکاح سے دو دن پہلے ریحان کو پھر کسی بات پر غصہ چڑھ گیا تھا۔ وہ کچن میں کھانا پکا رہی تھی جب وہ اندر آیا۔ اسے سخت باتیں سناتا رہا۔ وہ خاموشی سے سر جھکائے آنسو پیتی رہی۔

"کب سے چل رہا تھا تمہارا اس سے چکر؟" وہ اسکا بازو پکڑے درشتی سے کہہ رہا تھا۔

"ریحان بھائی"۔ درد کی شدت سے وہ کراہ اٹھی۔

وہ چھری اسکی طرف کئے اس سے پھر وہی سوال پوچھ رہا تھا۔

"پلیز ریحان بھائی"۔ خوف اور درد کی شدت سے وہ رو دی۔

"تم ایسے نہیں مانو گی"۔ اس نے اسکے بازو پر کہنی سے اوپر ایک لکیر کھینچ دی۔ چھری تیز تھی۔ ایک دم اس لکیر میں سے خون بہنے لگا۔

"کیا پوچھا ہے میں نے؟" وہ دیوانہ وار چلا رہا تھا۔ اسکے چلانے کا شور سن کر شاہد اور رفعت کچن میں آ گئے۔

"ریحان!" شاہد کی دھاڑ پر وہ پیچھے مڑا تھا۔ وہ آگے بڑھے تو رفعت بیچ میں آ گئیں۔

"غلطی ہو گئی ہے اس سے اب نہیں کرے گا"۔وہ اسکا دفاع کر رہی تھیں جبکہ سماویہ خوف سے کانپ رہی تھی۔بالآخر رفعت ریحان کو وہاں سے لے گئیں تو شاہد اسکے پاس آئے۔

"دکھاو مجھے"۔شاہد نے اسکا ہاتھ پکڑنا چاہا تو اس نے بازو پیچھے کر لیا۔

"ٹھیک ہے ماموں۔کچھ نہیں ہوا"۔وہ آنسو پیتی ہوئی کچن سے نکل گئی۔جانتی تھی کہ وہ کیا کہیں گے۔ہمیشہ کی طرح اسے درس دیں گے اور ابا کو یہ سب بتانے سے منع کریں گے۔

عرفہ اسکے پاس بیٹھی اسکی پٹی باندھ رہی تھی۔وہ بس خاموشی سے آنسو بہائے جا رہی تھی۔

"آپی آپ زوہیب بھائی سے کہیں وہ آپ کو یہاں سے لے جائیں"۔

عرفہ کی روتی ہوئی آواز سن کر اس نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"ریحان بھائی پاگل ہو گئے ہیں۔اس سے پہلے وہ آپکو کوئی اور نقصان پہنچائیں آپ یہاں سے چلی جائیں"۔وہ روتے ہوئے اس سے لپٹ گئی۔

خوف کی وجہ سے سماویہ کو بخار چڑھ گیا تھا۔ابا کسی دوست کی فوتگی پر شہر سے باہر گئے ہوئے تھے سو اسے پوچھنے والا کوئی نہیں تھا۔تیز بخار کے باوجود وہ گھر کا سارا کام کر رہی تھی۔عروج کے نکاح سے پہلے میلاد رکھا گیا تھا۔بخار کی وجہ سے وہ جا نہیں سکی تھی۔زوہیب جو اسکا بے صبری سے انتظار کر رہا تھا اسے پہلی دفعہ اس پر بہت غصہ آیا تھا۔سب آئے تھے سوائے اسکے اور ابا کے۔اس نے گھر کے نمبر پر کال کی تو سماویہ نے ہی کال ریسیو کی تھی۔

"ایسا کونسا ضروری کام تھا جس نے تمہیں میری خوشیوں میں شریک ہونے سے روکا"۔وہ غصے سے پھنکارا تھا۔

"زوہیب وہ"۔وہ منمنائی۔

"بات مت کرو مجھ سے۔کتنا انتظار کر رہا تھا میں لیکن تمہیں میری پرواہ ہو تو نہ"۔اس نے غصے سے لائن کاٹ دی۔وہ بار بار کال کرتی رہی مگر اس نے کال ریسیو نہیں کی۔

اگلے دن اس نے فرحانہ کی دی ہوئی ساڑھی پہنی تو زوہیب کے لائے ہوئے سوٹ کا جلتا ہوا منظر اسکی آنکھوں میں گھوم گیا۔عرفہ نے اسے خود تیار کیا تھا۔فیروزی اور سکن کلر کی ساڑھی میں ہلکا سا میک اپ کئے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"واو آپی آپ تو بہت پیاری لگ رہی ہیں۔اللہ آپکو بری نظر سے بچائے"۔عرفہ اسے دعا دیتے ہوئے اسکے ساتھ لگ گئی۔

"آپی آپ اتنی پیاری ہیں مگر ماما اور بھائی آپ کے ساتھ اچھا نہیں کرتے"۔وہ آنکھوں میں آنسو لئے بولی تو سماویہ نے اسے اپنے اور قریب کر لیا۔

"اب اگر رونا بند نہیں کرو گی تو تیار کب ہو گی؟"وہ اسکے سر پر چپت لگاتے ہوئے بولی تو عرفہ مسکرا دی۔

نکاح میرج ہال میں ہونا تھا۔وہ اور عرفہ رفعت اور شاہد کے پیچھے ہی چل رہے تھے۔زوہیب انہیں گیٹ پر ہی ملا تھا۔اس نے حیران ہو کر اوپر سے نیچے تک سماویہ کو دیکھا اور تاسف سے نظریں پھیر لیں۔سماویہ کو اسکے رویے سے دکھ پہنچا تھا۔وہ اندر آئی تو فرحانہ اس سے بہت پیار سے ملیں۔

"اب آرہی ہے میری بیٹی"۔انہوں نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے شکایت کی۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو"۔وہ اسکے گال چھوتے ہوئے بولیں تو وہ جھینپ گئی۔

"چلو ادھر آو مجھے تمہیں کسی سے ملوانا ہے"۔وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنی بہنوں کے پاس لے ائیں۔وہ سب بھی اس سے بہت پیار سے ملی تھیں۔زوہیب اور ممانی کی باتوں کے برعکس فرحانہ اسے بہت اچھی لگی تھیں۔

"چلو سماویہ عروج آگئی ہے پارلر سے اسکے پاس چلتے ہیں"۔وہ بہت پیار سے کہتے ہوئے اسے برائیڈل روم کی طرف جانے لگیں۔

"آج تم بہت پیاری لگ رہی ہو اسلئے میں نے کچھ نہیں کہا ورنہ میں تم سے بہت ناراض ہوں"۔وہ کچھ خفگی سے بولیں تو وہ سر جھکا گئی۔

"سوری آنٹی میری طبیعت خراب تھی اس لئے نہیں آسکی"۔وہ سمجھی تھی کہ وہ میلاد پر نہ آنے پر ناراض ہیں۔

"وہ تو تمہیں دیکھ کر ہی میں سمجھ گئی تھی۔اتنی کمزور ہو گئی ہو اور بخار ابھی تک ہے"۔اسکا ہاتھ انکے ہاتھ میں تھا سو اسکی گرمی سے وہ اندازہ لگا چکی تھیں کہ وہ بیمار ہے۔

"پھر کیوں ناراض ہیں آنٹی؟"وہ نا سمجھی سے بولی۔

"ایک تو اسلئے کہ تم مجھے آنٹی کہہ رہی ہو۔ممی کہو زوہیب اور عروج مجھے ممی کہتے ہیں۔دوسرا یہ کہ تم نے رخصتی سے منع کیوں کیا؟"وہ خفگی سے بولتی اسے حیران کر گئیں۔

"میں نے منع کیا؟" وہ خود ہی الجھ گئی تھی۔ اسے ایسے دیکھ کر فرحانہ سمجھ گئی تھیں کہ یہ رفعت کا کارنامہ ہے جس نے سماویہ کا نام لیکر رخصتی سے منع کیا تھا۔ ورنہ وہ تو عروج کے نکاح کے ساتھ زوہیب کا ولیمہ اور رخصتی چاہتی تھیں۔

"اچھا یہ بتاو تم نے زوہیب کا دیا ہوا سوٹ کیوں نہیں پہنا؟" ان کے سوال پر جو منظر اسکی آنکھوں کے سامنے گھوما اسکا اثر اسکے چہرے پر دیکھ کر فرحانہ سمجھ گئیں کہ کچھ ہوا ہے۔

"خیر چھوڑو۔ یہ بتاو تم زوہیب سے ملیں؟" وہ جانچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"جی۔ گیٹ پر ملے تھے"۔

"نکاح کے بعد تم گھر چلو گی۔ وہاں اس سے بات کر لینا۔ وہ تمہارے میلاد میں نہ آنے اور رخصتی سے منع کرنے پر بہت ناراض ہے۔ اب تم نے اسکا دیا ہوا سوٹ بھی نہیں پہنا اس نے خاص طور پر وہ تمہارے لئے لیا تھا"۔ وہ اسے پیار سے سمجھا رہی تھیں۔

"آئی ایم سوری"۔

"میری جان میں جانتی ہوں ان سب کے پیچھے کوئی وجہ ہو گی۔ وہ وجہ اسے بتا دینا وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ غصہ کم ہی کرتا ہے وہ۔ مگر کرتا شدید ہے۔ مجھے پتا ہے تم مناو گی تو مان جائے گا۔ گھر چل کر بات کر لینا"۔ فرحانہ اسکا ہاتھ تھامے چلنے لگیں تو وہ بڑبڑائی۔۔۔

"گھر۔۔۔!! لیکن ممانی"۔

"وہ میرا ہیڈ ایک ہے"۔ انہوں نے اسے گال چھو کر مسکرا کر کہا اور اسے لیکر عروج کے پاس آ گئیں۔

"بہت پیاری لگ رہی ہیں بھابھی"۔ عروج اسے اوپر سے نیچے تک دیکھ کر خوشی سے کہتے ہوئے اسکے گلے لگ گئی۔

"تم بھی بہت پیاری لگ رہی ہو"۔ اس نے عروج کے گال چھوتے ہوئے کہا تو وہ جھینپ گئی۔

"آپ یہیں بیٹھیں میرے پاس۔ مجھے آپ سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں"۔ وہ سماویہ کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے بولی تو فرحانہ ہنس دیں۔

"شرم کرو۔ دولہن ہو۔ کیسے پٹر پٹر بول رہی ہو۔ گھر چل کر باتیں کرنا بھابھی سے"۔ فرحانہ کی بات پر وہ دونوں مسکرا دیں۔ تبھی زوہیب اندر آیا تھا۔ اسے مسکراتا دیکھ کر چند لمحوں کے لئے وہ اسی کو دیکھتا رہ گیا۔ تبھی عروج نے اسے دیکھا تھا۔

"بھیا دولہن میں ہوں اور دیکھ آپ بھابھی کو رہے ہیں۔ ناٹ فیئر"۔ اپنی چوری پکڑے جانے پر وہ نظریں چراتا ہوا اندر آ گیا۔ سماویہ نے نظریں جھکا لیں۔

"ممی وہ مہمان آ گئے ہیں۔ آپ کو سب بلا رہے ہیں"۔ وہ ان دونوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

"سماویہ تم اسکے پاس بیٹھو میں مہمانوں سے مل لوں"۔ فرحانہ اسے کہہ کر نکل گئیں۔ ان کے پیچھے وہ بھی جانے لگا تو عروج نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

"یہاں آئیں۔میرے اور بھابھی کے ساتھ ایک سیلفی لیں"۔اسکی فرمائش پر سماویہ نے زوہیب کو دیکھا جو اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"لیں نا"۔عروج نے ضد کرتے ہوئے کہا۔سماویہ کا ہاتھ کھینچ کر وہ اٹھا چکی تھی۔زوہیب نے بنا کچھ کہے سیلفی لے لی۔

"اب یہاں آئیں"۔اس نے زوہیب کو سماویہ کے بالکل قریب کھڑا کر دیا تو دونوں کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئیں۔

"سمائل پلیز" کہتے ہی عروج نے زوہیب کے موبائل سے انکی کافی ساری پکس لے لیں۔

"تھینکس"۔زوہیب کو موبائل واپس دیتی وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔زوہیب بنا کچھ کہے باہر نکل گیا۔

پورے فنکشن کے دوران ان کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔زوہیب کے کزنز ان دونوں کو چھیڑ رہے تھے مگر وہ اسے اگنور کئے جا رہا تھا۔نکاح کے بعد شاہد سے کہہ کر فرحانہ نے سماویہ اور عرفہ کو روک لیا تھا۔وہ زوہیب کے ساتھ گھر آ رہی تھیں۔گاڑی میں زوہیب کے ساتھ اسکے ابو بیٹھے تھے جو پیچھے بیٹھی سماویہ سے ہی باتیں کئے جا رہے تھے۔

گھر آ کر بھی زوہیب نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔وہ کچن میں چائے بنا رہی تھی جب زوہیب وہاں آ گیا۔اسے دیکھتے ہی وہ واپس پلٹنے لگا تو اس نے ہمت کر کے اسکا نام پکارا۔

"زوہیب"۔وہ رک گیا مگر مڑا نہیں۔

"زوہیب پلیز میری بات سن لیں"۔اسکی بے رخی سے وہ روہانسی ہو رہی تھی۔وہ تو اس سے ریحان کی بات کرنا چاہتی تھی اور وہ تھا جو اسے اگنور کئے جا رہا تھا۔

"کیوں سنوں میں تمہاری بات۔ہو کون تم جس کی بات سنوں میں؟"وہ اسکا زخمی بازو سختی سے پکڑے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے چلا رہا تھا۔اسکا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔نہ جانے کتنے آنسو اسکی آنکھوں سے گر گئے تھے۔وہ بولنے کے قابل ہی نہیں رہی۔

اسے روتا دیکھ کر اندر آتی عرفہ نے غصے سے اسکا ہاتھ سماویہ کے بازو سے ہٹایا۔اسے روتا دیکھ کر اسے آگ لگ گئی تھی۔

"اتنی تکلیف کیوں دے رہے ہیں ایک ہی دفعہ مار دیں نا۔ریحان بھائی نے بازو پر چھری چلائی تھی آپ گلے پر چلا دیں۔سب کو ٹھنڈ پڑ جائے گی"۔وہ چیختی ہوئی اسے کچن سے باہر لے آئی جبکہ وہ پیچھے کھڑا سن ہو کر رہ گیا۔

وہ لان میں بیٹھی رو رہی تھی۔زوہیب کے الفاظ اس کی سماعت سے بار بار ٹکرا رہے تھے۔

رات کا وقت تھا سو سب اندر بیٹھے تھے۔عرفہ اسے ساتھ لگائے خود بھی رو پڑی تھی۔اسے زوہیب سے امید تھی کہ وہ اسکی آپی کو خوش رکھے گا مگر اسکی بات اور سماویہ کے آنسو اس امید پر بھی پانی پھیر رہے تھے۔

"عرفہ اندر جاو۔مجھے سماویہ سے بات کرنی ہے"۔وہ گھمبیر لہجے میں بولا تو اسے پتنگے لگ گئے۔

"اندر جو کہا وہ کم ہے جو اور بھی کچھ کہنا ہے"۔وہ چلائی تو سماویہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔

"اندر چلو"۔وہ عرفہ کو کھینچتی ہوئی اندر لے آئی۔

"آنسو صاف کرو ہم کسی کے گھر کھڑے ہیں"۔ اسے لیکر وہ کچن میں آگئی تھی۔ منہ دھو کر اس نے چائے بنائی اور اسے لیکر اندر فرحانہ کے روم میں آگئی۔ وہاں سب بیٹھے کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔

رات کے دو بجے کے قریب وہ سونے کے لئے عروج کے روم میں آئی تھی۔ عرفہ پھپھو کے پاس ہی سو چکی تھی۔ وہ بیڈ پر لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔ عروج واش روم میں تھی۔ تبھی زوہیب روم میں آیا۔ وہ اپنی سوچوں میں اتنی غرق تھی کہ اسے زوہیب کے آنے کی خبر ہی نہیں ہوئی۔

"سماویہ"۔ وہ بیڈ کے قریب آیا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"مجھے بات کرنی ہے چلو میرے ساتھ"۔ اسکا ہاتھ پکڑ کر اس نے سماویہ کو بیڈ سے اتار دیا۔ اسکے کچھ کہنے سے پہلے ہی عروج واشروم سے نکل آئی۔

"کہاں جا رہے ہیں۔ آج یہ میرے پاس سوئیں گی"۔ مزاق میں کہتی عروج کی ہنسی کو بریک لگ گئی جب اسے نے زوہیب کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔ سماویہ اسکے پیچھے چہرہ جھکائے کھڑی تھی۔

"کیا ہوا ہے بھائی؟"

"اسے میں لیکر جا رہا ہوں۔ بات کرنی ہے۔ ممی کو بتانے کی ضروت نہیں ہے"۔ وہ اسے تنبیہ کرتا باہر نکل گیا۔

وہ اسے باہر گیراج میں لے آیا تھا۔

"عرفہ کیا کہہ رہی تھی"۔وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا مگر کوئی جواب نہ ملا۔اس کی خاموشی پر اس نے سماویہ کو بازو سے پکڑا پھر کسی خیال کے تحت اس نے اسکی قمیض کا بازو اوپر کر دیا۔

سماویہ کچھ نہیں بولی۔کہنی کے اوپر پٹی بندھی ہوئی تھی۔اس نے پٹی کھولی تو بازو پر گہرا کٹ لگا ہوا تھا۔کچھ دیر کے لئے وہ بس اسکے زخم کو ہی دیکھتا رہ گیا۔

"کیوں کیا ہے اس نے یہ؟"اسکی آنکھوں میں غصہ اتر آیا تھا۔سماویہ اب بھی خاموش تھی۔

تم فقط سن کے چیخ اٹھے ہو

ہم نے یوں زندگی گزاری ہے

"جواب دو مجھے ورنہ میں خود اس سے پوچھ لوں گا"۔اسکے غصے سے وہ سہم گئی تھی۔ایک بار پھر اسکی آنکھیں بھر آئیں۔

"سماویہ پلیز چپ کر جاو بتاو کیا ہوا تھا"۔وہ روتے روتے اسے سب بتا رہی تھی۔کیسے ریحان نے اسکا دیا ہوا سوٹ جلا دیا تھا۔کیسے وہ اس پر الزام لگاتا رہا کہ ان دونوں کا چکر تھا کیسے اس نے اسکا بازو زخمی کر دیا۔

"آئی ایم سوری۔مجھے نہیں پتا تھا کہ تم اتنا کچھ فیس کر چکی ہو۔میں نے بغیر سچ جانے تمہیں ڈانٹ دیا"۔وہ زمین پر اسکی چیئر کے پاس بیٹھا اس سے معافی مانگ رہا تھا۔

"آئی ایم سوری بٹ آئی سوئیر میں اسے نہیں چھوڑوں گا"۔وہ غصے میں کہتا ہوا اٹھا تو وہ بول پڑی۔۔۔

"آپ کچھ نہیں کریں گے"۔

"میں اسے جان سے مار دوں گا"۔

"آپ ایسا نہیں کریں گے"۔آنسو سے رندھی آواز میں وہ ذرا اونچا بولی۔

"سماویہ ٹھیک کہہ رہی ہے بیٹا"۔اجمل صاحب کی آواز پر وہ دونوں پلٹے تھے۔ان دونوں کو گیراج میں آتا دیکھ کر وہ وہیں آ گئے تھے۔انہیں زوہیب کے انداز سے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ معاملہ کچھ سیریس ہے۔

"میں مانتا ہوں کہ اس نے غلط کیا ہے۔مگر بات بڑھانے سے اور بڑھے گی۔اور ہو سکتا ہے کہ تمہارے رد عمل کا خمیازہ سماویہ بیٹی کو بھگتنا پڑے"۔وہ تحمل سے بولے۔

"تو کیا میں کچھ نہ کروں؟"زوہیب کا غصہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

"کرونا۔یہ کرو کہ ہماری بیٹی کو ہمارے گھر لے آو ہمیشہ کے لئے"۔اجمل صاحب سماویہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔

"بات کی تھی ممی نے مگر آپکی بیٹی کو آپکے گھر آنے کا کوئی شوق نہیں ہے"۔وہ جل کر بولا تو اجمل صاحب ہنس پڑے۔

"اس میں میری بیٹی کا کوئی قصور نہیں ہے۔ انکار رفعت نے کیا تھا۔ اسے تو پتا بھی نہیں تھا۔ بہر حال مجھے نہیں لگتا کہ ریحان کی اس حرکت کے بعد اب اسے کوئی اعتراض ہو گا"۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

"بیٹا اب آپ آرام کرو۔ اور اس نالائق سے ناراض ہی رہو خواہ مخواہ میری بیٹی کو ناراض کر دیا"۔ اجمل صاحب اسے خفگی سے دیکھتے ہوئے سماویہ کو اندر لے آئے۔

اگلے ہی دن اجمل صاحب اور فرحانہ انہیں چھوڑنے آئے تھے۔ ابا سے انہوں نے اسی جمعہ سماویہ کی رخصتی کی بات کر لی تھی۔ وہ مان گئے تھے۔ رفعت بھی بیٹے کی اس حرکت کے بعد پچھتا رہی تھیں کہ کیوں فرحانہ کو انکار کیا۔ اب وہ بھی خوش تھیں۔ ریحان کو جب رخصتی کا پتا چلا تو سیدھا ماں کے پاس آ گیا۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں؟" وہ آگ بگولہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ جہاں رفعت آنکھیں موندیں لیٹی تھیں۔

"کیا سن لیا ہے تم نے"۔ رفعت نے آنکھیں کھولے بنا ہی کہا۔

"سماویہ کی رخصتی کسی صورت نہیں ہو گی"۔ اسکے بگڑے تیور دیکھ کر رفعت اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا"۔

"یہ سب آپکی وجہ سے ہو رہا ہے۔نہ اس دن آپ مجھے روکتیں اور نہ ہی سماویہ کا نکاح زوہیب سے ہوتا"۔وہ دوبدو چلایا۔

"وہ تمہارے لائق نہیں ہے"۔انہوں نے قائل کرنا چاہا۔

"فضول باتیں مت کریں۔یاد رکھیں اگر وہ میری نہیں ہے تو زوہیب کی تو کبھی نہیں ہو گی"۔

"تم کچھ نہیں کرو گے ریحان"۔وہ چیخی مگر تب تک وہ جا چکا تھا۔

اس دن کے بعد رفعت خود سماویہ کا پہرہ دینے لگی تھیں۔وہ ہر صورت اسے ریحان سے دور رکھ رہی تھیں۔ریحان کی طرف سے مکمل خاموشی کی وجہ سے وہ پر سکون ہو گئیں۔انہیں لگا کہ وہ اب کچھ نہیں کریگا۔یہ انکی سب سے بڑی غلط فہمی ثابت ہوئی۔

جمعہ کے دن عصر کے بعد اسکی رخصتی تھی۔ابا کے کہنے پر عرفہ نے اسے تیار کرنا تھا۔سب جمعہ کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ابا اور شاہد نماز کے لئے چلے گئے۔رفعت عرفہ کے ساتھ اپنے کمرے میں تھیں۔سماویہ نہا کر آئی تو کمرے میں ریحان کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔وہ تیزی سے آگے بڑھا اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی وہ اسے گھسیٹتے ہوئے تیزی سے باہر کی طرف نکلا تھا۔سماویہ کے منہ پر اس نے ہاتھ رکھا ہوا تھا۔وہ اپنے آپ کو چھڑانے کے کوشش کر رہی تھی مگر ناکام رہی۔تبھی ریحان نے اسے گاڑی میں ڈالا اور گاڑی لے اڑا۔

"کیا ہوا ہے بھئی۔ آج تو کوئی بہت پریشان لگ رہا ہے؟" عروج زوہیب کے روم میں آئی تو وہ جلے پاوں کی بلی کی طرح کمرے میں چکر لگا رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے بھائی؟" اسے پریشان دیکھ کر وہ بھی پریشان ہو گئی تھی۔

"عروج میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ پتا نہیں کیا ہو رہا ہے"۔

"آپ ٹھیک تو ہیں نا بھائی؟" وہ فکر مندی سے پوچھ رہی تھی۔

"پتا نہیں۔ تم پلیز پھپھو کے گھر کال کرو۔ ساویہ سے بات کرو وہ ٹھیک ہے نا۔" زوہیب کو پریشان دیکھ کر عروج بھی پریشان ہو گئی تھی۔

"بھائی پریشان نہ ہوں میں ابھی کال کرتی ہوں"۔ وہ کارڈلیس لئے اسکے روم میں آ گئی۔

"ہیلو عرفہ۔ ساویہ بھابھی سے بات کرنی تھی"۔

"وہ آپی وہ"۔ عرفہ کی رندھی ہوئی آواز پر وہ ٹھٹھک گئی۔

"کیا ہوا ہے بھابھی کو؟"

"کیا ہوا ہے ساویہ کو؟" زوہیب نے فون تھامتے ہوئے پوچھا۔

"زوہیب بھائی انہیں بچا لیں۔ ریحان بھائی انہیں پتا نہیں کہاں لے گئے ہیں"۔ وہ روتے ہوئے بولی۔

"پوری بات بتاو مجھے"۔

"بھائی میں چھت سے اتر رہی تھی تو میں نے ریحان بھائی کو آپی کو زبردستی گاڑی میں کہیں لے جاتے دیکھا ہے۔ پلیز بھائی انہیں بچالیں۔ وہ پتا نہیں کیا کریں گے"۔ زوہیب کے ہاتھوں سے فون گر گیا۔

"بھائی"۔ عروج نے اسے تھامنا چاہا تو اس نے عروج کے ہاتھ پکڑ لئے۔

"اسے کچھ نہیں ہو گا۔ کچھ نہیں ہو گا اسے میں لاوں گا اسے"۔ وہ دیوانہ وار کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

پچھلے پندرہ منٹ سے وہ مختلف سڑکوں پر گھوم رہا تھا۔ اسے خود نہیں پتا تھا کہ اسے کہاں ڈھونڈے۔ آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں۔ وہ بس اسکے لئے دعائیں مانگے جا رہا تھا۔

"ریحان بھائی پلیز مجھے جانے دیں"۔ سماویہ بار بار اسکی منتیں کر رہی تھی مگر وہ تو کچھ سن ہی نہیں رہا تھا۔ گاڑی لاک تھی سو وہ باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ باہر جمعہ کی وجہ سے رش بھی کم تھا جو وہ کسی کو مدد کے لئے بلاتی۔

"تمہیں پتا ہے میں اس دنیا میں سب سے زیادہ نفرت کس سے کرتا ہوں؟" وہ سامنے دیکھتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔

"زوہیب سے"۔ وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"بچپن سے لیکر آج تک وہ مجھے ہر چیز میں ہراتا آیا ہے۔ سٹڈیز ہوں یا کھیل ہر چیز میں وہ اول آتا تھا۔ اسکی تعریفیں سن سن کر میرے کان پک جاتے تھے۔ زوہیب ایسا ہے زوہیب ویسا ہے۔ مائی فٹ"۔ اس نے بولتے بولتے گاڑی تیز کر دی۔

"پھر میں نے تمہیں چاہا۔ تمہارا ساتھ چاہا تو تمہیں بھی اسی کی قسمت میں لکھ دیا گیا"۔ وہ تنفر سے بول رہا تھا۔ اسکے لہجے سے زوہیب کے لئے نفرت واضح تھی۔ سماویہ کے خوف میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

"جانتی ہو اس دنیا میں اسے سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ تم سے۔ تمہیں دیکھ کر اسکی آنکھوں میں ایک چمک آجاتی ہے"۔ وہ چہرے پر شیطانی مسکراہٹ سجائے بول رہا تھا۔

"میلاد پر جب تم نہیں گئی تھیں نا تو میں نے اسکے چہرے پر تاریکی کا سایہ دیکھا تھا۔ آج وہ سایہ اسکے چہرے پر ہمیشہ کے لئے چپک جائے گا"۔ اسکے چہرے پر کمینگی سے مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔

"میری تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے مگر زوہیب کو دکھ اور مجھے سکھ دینے کے لئے تمہیں مرنا ہو گا"۔ اسکی آخری بات پر وہ دنگ رہ گئی تھی۔

"گڈ لک"۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی ریحان نے گاڑی فل سپیڈ پر کی اور اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ اسے باہر کودتا دیکھ کر وہ چلائی تھی۔ "ریحان بھائی دیکھ کر"۔

ریحان کو اس نے کھڑے ہوتے دیکھا تھا۔ اب اس نے سامنے دیکھا تو دل دہل گیا۔ سماویہ کو تو گاڑی چلانا ہی نہیں آتا تھا۔ اسکی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ کچھ آتا بھی تو کیا کر لیتی کہ گاڑی کی بریک فیل تھی۔ سامنے آتے ٹرک کو دیکھ کر اسکی جان نکل گئی۔ کلمہ پڑھتے ہوئے وہ کانپتے ہاتھوں سے اسٹئرنگ گھما رہی تھی۔ تبھی گاڑی سڑک سے اتر کر سامنے درخت میں جا لگی۔

زوہیب اسے ڈھونڈتا ہوا شہر سے باہر سنسان سڑک پر نکل آیا تھا۔ واپسی کا سوچ ہی رہا تھا کہ سڑک پہ آگے کو ایک طرف ہجوم دیکھا۔ شاید کوئی ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ وہ تیزی سے اس جگہ پہنچا تو سامنے سماویہ خون میں لت پت پڑی تھی۔ لوگ اسے گاڑی سے نکال رہے تھے۔ وہ تیزی سے اسکی طرف آیا تھا۔

"سماویہ۔ سماویہ آنکھیں کھولو"۔ وہ اسکے گال تھپتھپاتے ہوئے بول رہا تھا۔

"بیٹا انہیں فوراً ہاسپٹل لیکر جانا ہو گا"۔ ایک عمر رسیدہ شخص نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ وہ اسے اٹھا کر گاڑی میں لے آیا۔ وہ بری طرح کانپ رہا تھا۔ اسکی حالت دیکھ کر وہ شخص ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے۔

"تم بیٹھو اس کے پاس گاڑی میں چلاتا ہوں"۔ وہ سماویہ کا سر اپنی گود میں رکھے روئے جا رہا تھا۔ "سماویہ پلیز آنکھیں کھولو۔ تم ایسا نہیں کر سکتی ہو میرے ساتھ۔ سماویہ پلیز مجھے دیکھو"۔ وہ اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لئے بولے جا رہا تھا۔

"یار کچھ تو بولو"۔وہ اپنی قمیض کے بازو سے اسکے چہرے سے خون صاف کر رہا تھا۔

"تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔اللہ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا۔یا اللہ مجھے میری سماویہ دے دو۔ پلیز اسے کچھ نہ ہو"۔وہ اب دعائیں مانگ رہا تھا۔اسے آپریشن تھیٹر میں لے جانے تک وہ دعائیں مانگتا رہا تھا۔

اسی عمر رسیدہ شخص نے اسے ایک طرف بٹھا کر اسکے موبائل سے اجمل صاحب کو فون کر دیا تھا۔انہوں نے شاہد کو بھی آگاہ کر دیا تھا۔تھوڑی ہی دیر میں فرحانہ, عرفہ, اجمل صاحب, شاہد اور ابا ہاسپٹل میں تھے۔زوہیب کی حالت قابل رحم تھی۔فرحانہ نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"وہ مجھ سے ناراض تھی۔بابا نے کہا تھا اسے مجھ سے ناراض ہی رہے۔اسے کہیں بے شک مجھ سے ناراض رہے مگر مجھے چھوڑ کر نہ جائے۔پلیز اسے کہیں میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں۔اسے بہت خوش رکھوں گا۔ممی کہیں نا اس سے"۔وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔اسکی یہ حالت دیکھ کر فرحانہ بھی رو دیں۔

"میری جان اللہ سے دعا کرو۔وہ ہماری ضرور سنے گا۔اسے کچھ نہیں ہو گا"۔فرحانہ اسکی کمر سہلاتے ہوئے اسے سمجھا رہی تھیں۔

"بیٹا اللہ کے حضور سجدہ کرو اور اسے مانگ لو۔تمہارے آنسو دیکھ کر وہ تم پر رحم ضرور کرے گا"۔زوہیب کی یہ حالت دیکھ کر وہی عمر رسیدہ شخص اسکے پاس آئے تھے۔انکی بات سے اسے امید ملی تھی۔وہ اٹھ کر مسجد کی طرف چلا گیا۔

نفل پڑھ کر وہ اللہ سے اسکی زندگی مانگ رہا تھا۔ "یا اللہ ایک وقت تھا جب وہ مجھ سے دور جا رہی تھی کسی اور کی ہو رہی تھی تو نے میری دعا سنی تھی۔ اسے میرا بنا دیا تھا۔ میرے مولا اب بھی وہ مجھ سے دور جا رہی ہے۔ مجھے اسے دوبارہ دے دے۔ اسے زندگی دے دے میرے مالک۔ اسے صحت دے دے۔ مجھ پر پھر سے کرم کر دے"۔ نہ جانے کتنی دیر وہ سجدے میں گر اسکے لئے دعائیں مانگتا رہا۔ اللہ نے اس پر پھر سے کرم کر دیا تھا۔ اسکا دایاں بازو اور بایاں پاوں فریکچر ہوئے تھے۔ چھوٹی موٹی اور بھی چوٹیں لگی تھیں۔ سر پر چار اسٹیچز لگے تھے۔ خون بہت زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے نقاہت بہت زیادہ ہو گئی تھی۔

جب سے اسے ہوش آیا تھا عرفہ, ماموں, ابا, فرحانہ, اجمل صاحب سب اس سے ملنے آئے تھے۔ وہ نہیں آیا تھا۔ اسے عرفہ سے پتا چلا تھا کہ وہ اسے ہاسپٹل لایا تھا۔ اسکی حالت بھی وہ اسے بتا کر گئی تھی۔ پھر وہ اس سے ملنے کیوں نہیں آیا۔

"ریحان۔ کہیں وہ ریحان بھائی کو۔۔۔" اسکے ذہن میں نہ جانے کیا کچھ آ رہا تھا۔

"عرفہ۔ زوہیب کو بلا دو"۔

"آپ ٹھیک ہیں آپی"۔ عرفہ اسکے قریب آتے ہوئے بولی۔

"جلدی جاو۔ وہ ہاسپٹل سے باہر نہ جائیں۔ وہ کچھ غلط نہ کر دیں"۔

"میں بلاتی ہوں"۔ عرفہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

"زوہیب بھائی۔زوہیب بھائی"۔وہ جو گاڑی میں بیٹھ رہا تھا عرفہ کو اپنی طرف آتا دیکھ کر رک گیا۔"آپکو آپی بلا رہی ہیں"۔

"تم چلو میں آتا ہوں"۔وہ گاڑی میں بیٹھنے لگا تو عرفہ نے اسے روک دیا۔"پلیز بھائی انکی بات سن لیں"۔وہ کچھ سوچتا ہوا اسکے ساتھ آ گیا۔

"سماویہ۔کیسی ہو؟"اسے ایسے پٹیوں میں جکڑے دیکھ کر وہ کانپ اٹھا تھا۔

"زوہیب میری بات سنیں"۔اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو زوہیب نے آگے بڑھ کر اسے اٹھنے سے روک دیا۔

"آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں نا زوہیب؟"سماویہ نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا جسکے چہرے پر اسکے لئے محبت اور فکر رقم تھی۔

"تم محبت کی بات کر رہی ہو زوہیب کی تو جان بستی ہے تم میں"۔وہ سماویہ کا ہاتھ چومتے ہوئے بولا۔

"تو پلیز آپکو میری محبت کا واسطہ ہے آپ ریحان بھائی کو کچھ نہیں کہیں گے"۔سماویہ کی بات پر وہ غصے سے اچھل پڑا۔

"میں نے پہلے تمہاری بات مانی تھی۔اب نہیں مانوں گا۔اس نے تمہیں جان سے مارنے کی کوشش کی ہے۔اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو"۔غصے میں اسکی نسیں واضح ہو رہی تھیں۔

"آپ کی دعاوں کی وجہ سے اللہ نے مجھے کچھ نہیں ہونے دیا نا۔بس اب آپ کچھ نہیں کریں گے"۔

"آئی ایم سوری میں تمہاری یہ بات نہیں مان سکتا"۔وہ جانے لگا تو سماویہ جلدی سے بولی۔

"آپ کو میری قسم ہے زوہیب آپ ریحان بھائی کو کچھ نہیں کہیں گے"۔

"کیوں کر رہی ہو ایسا؟ اس نے تمہارے ساتھ کتنا برا کیا اور تم ہو کہ۔۔۔"

"انہوں نے میرے ساتھ برا کیا ہے۔میں نے انہیں معاف کر دیا۔اب آپ کچھ نہیں کریں گے"۔وہ سر جھکائے بولی۔

"کیوں؟"زوہیب نے حیرت سے پوچھا۔

"انہیں کچھ ہوا تو ممانی مر جائیں گی۔ریحان بھائی میں انکی جان بستی ہے۔وہ میرے ساتھ جیسی بھی ہیں مگر انہوں نے مجھے پالا ہے۔ان کے بہت احسان ہیں مجھ پر۔پھر ماموں انکا تو وہی سہارا ہیں نا۔عرفہ ابا سب ان سے بہت پیار کرتے ہیں۔وہ مجھے اپنا کچھ نہیں سمجھتے مگر میں نے تو بچپن سے یہی سنا ہے کہ وہ جیسے عرفہ کے بھائی ہیں ویسے میرے بھی بھائی ہیں۔تم میرے بھائی کو کچھ کہو گے تو میں زندگی بھر تمہاری شکل نہیں دیکھوں گی"۔وہ آنکھوں میں آنسو لئے بول رہی تھی۔تبھی کسی نے آکر اسکے پیر پکڑ لئے۔

"میں بہت برا ہوں سماویہ۔بہت برا۔میں اپنی نفرت میں تمہیں مارنے چلا تھا اور تم۔تمہیں اس وقت بھی میرا ہی خیال تھا۔امی نے تم پر اتنے ظلم کئے تمہیں اب بھی انہی کی فکر ہے۔تم بہت اچھی ہو سماویہ ہم نے تمہاری قدر نہیں کی"۔وہ اسکے پاؤں میں گرا رو رہا تھا۔

جب وہ اٹھا تھا تو اسے بار بار سماویہ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ وہیں زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ وہ اس لڑکی کو مار رہا تھا جو مارنے والے کی فکر کر رہی تھی۔ اسکے سامنے زندگی گھوم گئی تھی۔ اسے یاد آیا تھا بچپن میں ہر دفعہ ریحان سے لڑائی کے بعد وہ عرفہ سے یہی کہا کرتی تھی تم دیکھنا ایک دن ریحان بھائی تم سے زیادہ مجھے پیار کریں گے۔ وہ اسکے پیار کے لئے ترستی رہی اور اس نے اپنی نفرت میں اسی کو ختم کر دیا۔ بہت مشکل سے خود کو سنبھالتے ہوئے وہ ایکسیڈنٹ والی جگہ پر پہنچا تھا۔ وہاں سے پتا چلا کہ اسے ہاسپٹل لایا گیا ہے۔ اللہ سے اسکی زندگی کی دعائیں مانگتا وہ ہاسپٹل آیا تھا۔ سب کی نظروں سے بچتا ہوا وہ سماویہ کے روم کے باہر پہنچا تو اسے زوہیب سے اپنے لئے لڑتے دیکھ کر اس سے رہا نہیں گیا اور اندر آ گیا۔

"ریحان بھائی یہ کیا کر رہے ہیں آپ"۔ وہ بمشکل بیٹھ گئی تھی۔

"زوہیب انہیں ہٹائیں نا"۔ اسکے ایک ہاتھ میں ڈرپ لگی ہوئی تھی جبکہ دوسرا فریکچر تھا۔ وہ بے بس سی اسے دیکھ رہی تھی۔ زوہیب نے ریحان کو اٹھا کر کھڑا کیا۔

"پلیز مجھے معاف کر دو"۔ وہ اب اسکے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔

"ریحان بھائی یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" وہ بے بسی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ریحان نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔

"مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے سماویہ۔ پلیز مجھے معاف کر دو"۔ وہ اسکے گلے لگا رو رہا تھا۔ کمرے سے آوازیں سن کر سب وہیں آ گئے تھے۔ ریحان کو ایسے دیکھ کر سب ہی حیران تھے۔

اب وہ ابا اور شاہد سے معافی مانگ رہا تھا۔ پھر اس نے زوہیب سے بھی معافی مانگی۔ سب نے اسے معاف کر دیا تھا۔ وہ جتنے دن ہاسپٹل رہی ابا اسکے پاس رہے تھے۔ رفعت بیگم دن میں ایک بار چکر لگا لیا کرتی تھیں۔ ریحان آفس سے سیدھا وہیں آتا تھا۔ زوہیب کی بھی یہی روٹین تھی۔ سب دن میں کم سے کم ایک بار ضرور اسکے پاس آتے تھے۔ اتنے سارے لوگوں کی محبتیں اسے ایک ساتھ مل رہی تھیں۔ اسکا پور پور خدا کا مشکور تھا۔

چھ ماہ بعد۔

وہ دولہن بنی ابا کے گھر سے رخصت ہوئی تھی۔ ریحان اسکا ہاتھ تھامے گاڑی تک لایا تھا۔

"سماویہ کا بہت خیال رکھنا"۔ زوہیب کو کہتا ہوا وہ آبدیدہ ہو گیا تھا۔ زوہیب نے اسے گلے لگا لیا۔

تمام رسموں کے بعد اسے زوہیب کے کمرے میں لایا گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اسے عروج کی آوازیں آئی تھیں جو زوہیب سے کمرے میں جانے کا کمیشن مانگ رہی تھی۔

اہم اہم۔ کمرے میں آتے ہی اس نے گلا کھنکھارا تو وہ خود میں سمٹ گئی۔ ان چھ ماہ میں انکے درمیان کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ سماویہ کی ناراضگی ختم نہیں ہوئی ہے۔

غلطی اسے کی تھی۔ اس نے الفاظ ہی ایسے استعمال کئے تھے۔ جس پر اس نے آنکھیں بند کر کے بھروسہ کرنا سیکھا۔ جسکی محبت نے اسے محبت کرنا سکھایا وہ اس سے کہہ گیا تھا کہ تم ہو کون۔ اسکی بات پر وہ بہت ہرٹ ہوئی تھی مگر ہاسپٹل میں اسکا رویہ اسکی فکر دیکھ کر سب کچھ بھول گئی تھی۔ تبھی اجمل صاحب نے اسے نرمی دکھانے سے منع کر دیا۔

"اس بے وقوف نے آج یہ کہا ہے کل نہ جانے کیا کہے گا۔ ابھی سے سزا دو تا کہ اگلی دفعہ سوچ سمجھ کر بات کرے۔" عرفہ کی زبانی سب سن کر وہ اسے سمجھا رہے تھے۔

"لیکن انکل۔"

"کوئی لیکن ویکن نہیں۔ تھوڑی دیر ناراض رہو خود سیدھا ہو جائے گا۔ اب تم اس سے خود بات نہیں کرو گی جب تک وہ تمہیں منا تا نہیں"۔ انکل اور فرحانہ کے سمجھانے پر اس نے ان کی بات مان لی تھی مگر اسکے بعد سے اس نے کوئی رابطہ ہی نہیں کیا۔ اب تو سماویہ خود بھی ڈری ہوئی تھی کہ پتا نہیں کیا ہو گا۔ وہ خود کو کوس رہی تھی کہ کیوں انکل کی بات مانی۔

زوہیب نے اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے اسکا ہاتھ تھام کر اس پر لب رکھتے ہوئے کہا۔

منانے میں تھوڑا نا اہل ہوں

لیکن محبت انتہا کی کرتا ہوں.

اسکے ایک ادا سے کہنے پر سماویہ کے اندر سکون اتر گیا۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو"۔ اسکے مہندی والے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے وہ اسکی تعریف کرنے لگا تو اسکا چہرہ حیا کی لالی سے رنگ گیا۔

"کیا بات ہے محترمہ بلش کیا جا رہا ہے"۔ وہ انگلی سے اسکے گال چھوتے ہوئے بولا تو اسکی کان کی لو تک سرخ ہو گئی۔

"یار بلش کرنا بند کرو ورنہ میں نے جو کہنا ہے میں وہ بھول جاوں گا"۔ اسکے حد سے زیادہ سرخ پڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ شرارت سے بولا تو اس نے سر جھکا لیا۔

"میری جان آج تو تمہارا میری جان ہی لینے کا ارادہ ہے"۔ یہ کہہ کر زوہیب نے اسے اپنے قریب کر لیا۔ وہ اپنا آپ چھڑانے کے لئے کسمسائی تو اس نے سرگوشی میں کہا۔۔۔۔

"تم نے مجھے بہت تڑپایا ہے۔ ان چھ مہینوں کے ہر دن ہر رات کا حساب لینا ہے مجھے۔ چھ ماہ کے فراق کا بدلہ لینا ہے۔ اتنی آسانی سے نہیں چھوڑوں گا"۔ اسکی بات پر جھینپتے ہوئے اس نے زوہیب کے سینے پر اپنا سر رکھ دیا۔ اس نے مسکرا کر اسکا ماتھا چوم لیا۔

"مانگو منہ دکھائی میں کیا مانگتی ہو"۔ وہ کسی شاہ کی طرح سخی ہوتے ہوئے بولا تو وہ ہنس دی۔

"کیا چاہیئے؟"

"ہمیشہ ایسے ہی میرے محافظ رہیئے گا"۔

"میری جان خادم کی جان بھی قربان"۔ وہ شوخی سے بولا تو اس نے اپنا منہ اسکے سینے میں چھپا دیا۔

نوٹ

محبت کی انتہا کر تا ہوں پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تا کہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ(نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine